اشفاق احمد کے افسانوں میں اخلاقی پہلو

نورین کھوکھر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، ایف۔سی کالج (چارٹرڈ یونیورسٹی)، لاہور

Abstract

Ashfaq Ahmed had a vision of peaceful society, thats why he endeavored to reform the society through his literary work. The objective behind this article is to enlighten the current philosophy of ethics and also to critically analyze the work of Ashfaq Ahmed.

اشفاق احمد نے اُردو افسانے میں انسان سے جڑے ہر احساس، جذبے، رشتے، طبقے اور شعبے کو سمویا ہے۔ وہ اپنے افسانوں کے ذریعے معاشرے میں اخلاقیات کی ترویج چاہتے ہیں تاکہ موجودہ معاشرے کو مثالی معاشرے میں تبدیل کیا جا سکے۔

ماہرین اخلاقیات کے مطابق انسان کی فطرت میں بحرالحال نیکی کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی مٹی میں ضمیر کو گوندھ رکھا ہے جو اس کے اندر بدی سے نفرت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔فطرت کی تفہیم کے لیے اسرار رموز کائنات کو جاننا ضروری ہے کیونکہ کائنات کے ہر ذرے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں موجود ہیں اور جب انسان ان حقیقتوں کے عرفان تک پہنچتا ہے تو اعلیٰ اخلاقی اقدار سے وابستگی ہو جاتی ہے۔ مذہب کے مطابق بھی ایمان کے ساتھ اعمال کی موجودگی کو ہی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اسی صورت میں انسان سے نیک اعمال سرزد ہو سکتے ہیں۔علم اخلاقیات سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کو اچھے راستے پر چلنے اور برے سے بچنے کی تلقین کی جائے بلکہ علم اخلاق آپ کو فطرت کے قریب لے جا کر زندگی کے حسن و قبح سے واقف کرواتا ہے۔ یہ علم کوئی بھی فیصلہ صادر نہیں کرتا بلکہ فطری طور پر طبیعت کو اس طرف مائل کرتا ہے جس میں نیکی کے سوا کوئی اور گنجائش نہیں ہوتی۔یعنی اخلاقی اعمال سے جزا کو جوڑ کر اسے پُرمسرت اور فائدہ مند بنا دیا جاتا ہے اس سلسلے میں ہربرٹ سپنسر لکھتے ہیں کہ:

> ''تربیت کا جو طریقہ اختیار کیا جائے وہ ایسا عمل ہونا چاہیے جو فی الواقع مسرت انگیز ہو......
> جوانی کی خوشی کا قائم رکھنا بجائے خود ایک قابل قدر مقصد سمجھنا چاہیے بجز اس صورت کے کہ
> ہم راہبانہ اخلاق (بلکہ یوں کہو کہ بداخلاقی) کی طرف الٹے ہٹ جائیں۔''[۱]

انسان کی فطرت ہے کہ جس کام میں وہ راحت محسوس کرتا ہے اسے زیادہ دلجمعی سے کرتا ہے اور جس سے نفرت ہو، اس کو کرنے کے باوجود بے ترتیب اور بے ڈھنگ بنا ڈالتا ہے۔ اس لیے فلسفہ اخلاقیات میں

اخلاق انسانی تربیت کے لیے زور زبردستی سے کام نہیں لیتی بلکہ فطرت کے عین مطابق، معیار اور امتیاز پیدا کرتی ہے۔ ادب اور اخلاقیات کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ ایک سچا ادیب ہی واعظ اور مولوی سے ہٹ کر صرف قارئین کے سامنے پند و نصائح نہیں بلکہ زندگی کے نشیب وفراز، خوبصورتی و بدصورتی ان کی وجوہات پیش کرتا ہے اور فیصلہ قاری پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ کس شے کا انتخاب کرتے ہے۔ ادیب نہایت ہوشیاری سے قاری کے سامنے ایسی صورت حال کا نقشہ جزئیات کے ساتھ کھینچتا ہے کہ وہ خود بخود ''درست'' کا فیصلہ کر بیٹھتا ہے۔ وہ خود انتخاب کرتا ہے اس لیے اپنی مرضی سے کیے گئے فیصلے کا احترام بھی کرتا ہے۔ اس کو برقرار بھی رکھتا ہے اور روحانی مسرت بھی حاصل کرتا ہے۔ اشفاق احمد بھی ایک ایسے ہی ادیب ہیں۔ ان کے پیش نظر بھی ہمیشہ علم اخلاقیات رہا ہے۔ وہ برائی یا اچھائی کچھ بھی بیان کر کے اس سے نیکی کا پہلو واضح کرنے میں ہمیشہ کامیاب رہے۔ اس سلسلے میں فرزانہ سید لکھتی ہیں کہ:

> ''اشفاق احمد بھی زندگی کے ہر طبقہ کی کہانی کہتے ہیں اور کرداروں کے تضادات، ان کی منافقتوں، کمینگیوں اور دیگر روحانی وسماجی آلائشوں سے بھی کہانی پیدا کرتے ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں بڑی ہوشیاری سے ریکارڈ اور نشر کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں اور واقعات سے بڑی باتیں خود بخود پیدا ہونے لگتی ہیں۔''[۲]

اشفاق احمد نے آزادی سے پہلے اور بعد کے حالات کو بہت قریب سے دیکھا، مشاہدہ کیا اور تجربے سے گزرے۔ انہوں نے موجودہ معاشرے کے خدوخال اپنے سامنے ترتیب ہوتے دیکھے تھے۔ وہ پاکستان کی تہذیب کی اصلیت بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> ''حصول پاکستان کے بعد، قیام پاکستان کے بعد، باوجود اس کے کہ جسمانی طور پر ہر باہر کا گورا حاکم ہم سے دور ہو گیا تھا۔ ذہنی طور پر ہم ان کی تہذیب اور تمدن کے قریب تر ہوتے گئے۔''[۳]

اشفاق احمد اپنے وطن، تہذیب، ثقافت سے محبت کرتے ہیں اور اسی کو اہمیت دیتے ہیں۔ انہوں نے ہر قومی اور بین الاقوامی مسئلے کو اخلاقی اور غیر اخلاقی تناظر میں پیش کیا ہے اور قارئین پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے کہ وہ کس راہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''......اس کے ہاتھ میں ایک ترازو ہے جسے وہ بار بار تولتا رہتا ہے کہ مجھے کس سائیڈ کا ہو کر رہنے کی ضرورت ہے اور جب وہ یہ کر لیتا ہے تو پھر وہ Declare کرتا ہے کہ میں اس سائیڈ پر ہو کر چلوں گا۔''[۴]

اشفاق احمد کی تحریروں میں انسانی عمومی اخلاقیات جو اسے معاشرے میں بہتر طریقے سے زندگی گزارنے میں مدد دے سکتی ہیں، ملتا ہے اور اس کے لیے ہمت اور کوشش کے ساتھ اللہ کی مدد بھی مانگنی چاہیے، وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''ہمت اور کوشش اپنی جگہ، جدوجہد اور سعی کا اپنا ایک مقام لیکن یہی کامیابی کے ضروری عنصر نہیں......جس طرح ایک اعلیٰ درجے کی منتظم بیوی کی سنبھال کے رکھی ہوئی چیز ڈھونڈنا مشکل ہے۔اسی طرح یہ راز پانا بھی بہت مشکل ہے کہ کامیابی حاصل کرنے کا فارمولہ کیا ہے، بس جسے اللہ دے۔'' ۵

اشفاق احمد تصوف، مذہب، معاشرت، معیشت اور انفرادی اصلاح کے لیے ہمیشہ سرگرم رہے۔ ان کے خیال میں انسانی زندگی کی بقا کا تصور خدا کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جدید دور کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہمیں درس نظامی کی بہتری کے لیے بھی کوشش کرنی چاہیے اور جس طرح دوسری ضروریات زندگی کی بہتری اور ترقی کے لیے کوشاں رہتے ہیں اس کے لیے بھی رہنا چاہیے۔ اشفاق احمد اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> ''دیکھئے عزیز من! جان ہمیں بہت پیاری ہے ہم ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتے ہیں، عزت ہمیں بہت پیاری ہے، ہم وکیل کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن ایمان ہمیں پیارا نہیں ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ملا کو کیوں رکھیں۔ اس لیے درس نظامی کی ضرورت ہے۔'' ۶

اشفاق احمد نے اپنے افسانوں میں اخلاقیات کی ترویج کو ہی پیش نظر رکھا۔ اردو افسانہ آزادی سے قبل مضبوط روایات کا حامل رہا ہے کیونکہ تقسیم سے قبل لکھنے والوں کے پیش نظر ایک طے شدہ مقصد تھا اور اس مقصد کی جڑیں سماج، تہذیب وتمدن، ثقافت، یہاں تک کہ مذہب کے ساتھ بھی جڑی دکھائی دیتی ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر فردوس انور لکھتے ہیں کہ:

> ''۴۷ء سے قبل ہمارے تمام ممتاز اور بڑے افسانہ نگار اپنے معینہ خطوط اور رجحانات کے ساتھ لکھ رہے تھے۔ ان کے افسانوں میں محبت، رومان، جنسی تحریکات، سیاست، معیشت، معاشرت اور بین الاقوامی تغیرات کی ساری کروٹیں تھیں مگر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے فسادات کچھ اس شدت اور اتنے وسیع پیانے پر بھڑک اٹھے کہ ان کے خواب جھلس کر رہ گئے۔'' ۷

پاکستان بننے کے بعد حالات و واقعات میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ افسانے کے موضوعات بھی تبدیل ہوئے اور زندگی کو بدلتے وقت کے تقاضوں کے ساتھ پیش کرنے کی سعی ہونے لگی تاکہ نئے ماحول کے نئے انسان کی زندگی کے نئے رخ متعارف کروائے جاسکیں۔ بقول ڈاکٹر اعجاز راہی:

> ''جذبات، احساسات اور زندگی کے تجربے نئے عصر میں سانس لینے لگے۔ تب افسانے نے فکری اور اسلوبیاتی سطح پر ایک ساتھ موڑ کاٹا اور نئی زندگی کے نئے مسائل کا نظیر بن گیا۔ کہانی کہنے کے تمام پرانے سانچے ٹوٹ گئے، نئے رویوں میں نیا انداز غالب آ گیا۔ نئے اردو افسانے زندگی کو وسیع تناظر میں دیکھنے کی روایت قائم کی......'' ۸

اشفاق احمد نے اردو افسانے کے نہایت توانا لہجے میں زندگی کے بدلتے تناظر نہ صرف بتائے بلکہ ان تبدیلیوں کے اثرات بھی حقیقت پسندی سے دکھائے۔ آزادی نے اسلوب ومعنی کے نئے در وا کیے اور تقسیم کے باطنی

اور ظاہری انتشار نے افسانہ نگار سے کہانی چھینی نہیں بلکہ ہر جاء مہیا کی ہے۔ ایک سچا ادیب ہر طرح کے حالات میں اپنے لیے موضوع انتخاب کر لیتا ہے اور اسے بہ احسن نبھاتا بھی ہے۔ بقول ممتاز شیریں:

''کامیاب فن کار ہر طرح کے موضوع سے اچھا افسانہ تخلیق کر سکتا ہے۔'' ۹

اشفاق احمد افسانہ نگاری کے فن سے آشنا ہیں۔ کہانی کہنا ان کی فطرت کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اشفاق احمد کی زندگی کا آغاز تا انجام مطالعہ کرنے سے یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ افسانہ نگاری پر مکمل دسترس رکھتے ہیں اور کسی لمحے بھی زندگی سے ان کا رابطہ ٹوٹتا نہیں ہے۔ ''کاروان ادب'' (مرتب) اے وحید میں مرقوم ہے:

''زندگی کی تخلیق جو افسانوی ادب کا بڑا گر ہے اشفاق کے افسانوں کی خصوصیت کا خاصہ ہے۔'' ۱۰

افسانہ نگار زندگی کے تلخ حقائق کو اپنے عمدہ اسلوب اور زبان و بیان سے شیریں تر بناتا ہے۔ تبھی تو قارئین افسانہ بھی پڑھتے جاتے ہیں اور زندگی سے بھی آگاہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں مسعود رضا خاکی لکھتے ہیں:

''افسانے کے فن پر قدرت کے ساتھ ساتھ انداز بیان کی لطافت اور فکر و خیال کی ماورائیت ایسے عناصر ہیں جن سے اشفاق احمد کے افسانوں کا خمیر تیار ہوا ہے۔'' ۱۱

اشفاق احمد سادہ اور سلیس انداز میں گہری اور باریک باتیں اپنے افسانوں میں بیان کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ ان کے ہر لفظ کے پیچھے ایک مکمل فکر و دانش کا جہاں موجود ہوتا ہے۔ انسان کی فطرت اور نفسیات سے واقفیت ان کے افسانوں میں صاف دکھائی دیتی ہے۔ سراج منیر روزنامہ ''جنگ'' میں رقمطراز ہیں کہ:

''اشفاق صاحب کے ہاں انسانی نفسیات اور انسانی تقدیر کی ایک غیر معمولی سمجھ ہے۔ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے فقروں کے پیچھے چھلکتی ہوئی کتنی نایاب چیز ہے۔'' ۱۲

اشفاق احمد انسانی زندگی کی بقا و سلامتی کے لیے اپنی تحریروں کے ذریعے مصروف عمل رہے۔ انہوں نے مذہب، تصوف، معاشرت، معیشت اور انفرادی اخلاقیات کے کئی قاعدے اور قانون ہمارے سامنے رکھے۔ وہ معاشرے کو مضبوط بنیادوں پر مستحکم بنانا چاہتے تھے۔ انسان کی تمام تر جدوجہد اور ترقی کا مقصد ہی صحت مند معاشرے کی تخلیق ہے۔ اشفاق احمد کے افسانوں میں نہ صرف ہمیں اعلیٰ اخلاقیات کی تعلیم دکھائی دیتی ہے بلکہ اس کے خلاف برسرِ پیکار قوتیں بھی موجود ہیں۔ وہ نہ صرف زندگی کے تلخ حقائق، مصائب و آلام کا بیان کرتے ہیں بلکہ ان سے نکلنے کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ ان کی تمام تر جدوجہد کا مقصد مثالی معاشرے کا قیام ہے جہاں بھائی چارے، رواداری، عزت اور محبت کی فضا قائم ہو سکے۔

حوالہ جات:

۱۔ ہربرٹ سپنسر، فلسفہ تعلیم، ترجمہ: خواجہ غلام الحسنین، لاہور: بک ہوم پبلشرز، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۴۶

۲۔ فرزانہ سید، نقوش۔ ادب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء، ص: ۴۶۱

۳۔ اشفاق احمد، عصری تنقید۔ ڈاکٹر وحید قریشی۔ بحث، مشمولہ: نقوش سالانہ شمارہ ۱۳۲، لاہور: ادارہ فروغ اُردو، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۳

۴۔ http://youtube.com/idology and commercialism by Ishfaq Ahmed Part-3

۵۔ اشفاق احمد، نقوش کا طفیل نمبر، مشمولہ: ''نقوش۔ خاص نمبر'' لاہور: ادارہ فروغ اردو، دسمبر ۱۹۸۷ء، ص: ۳۰

۶۔ محمد شاہد (مرتب)، اشفاق احمد۔ بے نیاز صوفی بابا، لاہور: علم دوست پبلی کیشنز، اُردو بازار، ۲۰۱۱ء، ص: ۳۷

۷۔ فردوس انور قاضی، ڈاکٹر، اُردو افسانہ نگاری کے رجحانات، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۰ء

۸۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، اُردو افسانے میں اسلوب کا آہنگ، راولپنڈی: ریز پبلی کیشنز، جون ۲۰۰۳ء، ص: ۵۷۔۵۶

۹۔ ممتاز شیریں، معیار، لاہور: نیا ادارہ، طبع اوّل، ۱۹۶۳ء

۱۰۔ اے وحید (مرتب)، کاروان ادب، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۷۳ء، ص: ۱۸۲

۱۱۔ مسعود رضا خاکی، اُردو افسانے کا ارتقاء، لاہور: مکتبہ خیال، ۱۹۸۷ء، ص: ۳۷۳

۱۲۔ ''جنگ'' روزنامہ (جریدہ ادب وثقافت)، ۱۵ اکتوبر، ۱۹۸۱ء